رشید حسن خاں سے منسوب جعلی کتابیں

تحقیقی وتنقیدی محاکمہ

ڈاکٹر ابراھیم افسر

وارڈ نمبر 1، مہپا چوراہا سیوال خاص، ضلع میرٹھ (یوپی)، موبائل:9897012528

اُردو ادب میں تحقیق و تدوین کو نئی سمت و جہت عطا کرنے والے معروف ومشہور محقق و مدوّن رشید حسن خاں (۱۹۲۵ء–۲۰۰۶ء) کے نام سے کچھ ایسی کتابیں منسوب ہیں جن سے رشید حسن خاں کا تعلق دور دور تک نہیں ہے۔ رشید حسن خاں سے منسوب یہ جعلی کتابیں تحقیق کے میدان میں نو وارد طلبا کے لیے خاصی پریشانی کا سبب بنتی ہیں۔ موجودہ دور میں جب کوئی طالب علم رشید حسن خاں کی کتابوں کی فہرست کو بہ غور دیکھتا ہے اور پھر ان کے نام سے منسوب کتابوں کی فہرست دیکھتا ہے تو ایسے پُر آشوب ماحول میں سوائے دردِ سر کے کوئی چارہ نہیں رہتا۔ رشید حسن خاں نے کبھی بھی کسی دوسرے کی محنت کو اپنے نام معنون یا منسوب نہیں کیا۔ اپنی محنت شاقہ کی بدولت اُردو ادب میں ایسے تحقیقی و تدوینی کارنامے انجام دیے جنھیں پڑھنے کے لیے عمر عزیز کا اچھا خاصہ وقت درکار ہے۔ شاہ جہاں پور کے مدرسہ بحر العلوم میں اپنے اساتذہ سے انھیں ہمیشہ یہی درس ملا کہ تحقیق میں شرک گوارا نہیں۔ انھوں نے تاعمر اسی درس کی پاسداری کی اور دوسرے ساتھیوں کو بھی اسی بات کی تلقین کی کہ 'تحقیق میں معتبر حوالے سند کے طور پر قبول کیے جاتے ہیں'۔ ۱۹۵۰ء کے بعد رشید حسن خاں نے املا زبان وقواعد پر خوب لکھا۔ بلکہ شعرا و ادبا کے کلام اور مضامین میں املائی گرفت کرنا ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ البتہ اُردو ادب کی تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے دہلی یونی ورسٹی میں ملازمت کے دوران جو تحقیقی کارہائے نمایاں انجام دیے ان پر دوسرے لوگوں نے اپنے تحقیقی محل تعمیر کیے۔ 'دستنبو' کا اُردو ترجمہ رشید حسن خاں کا کیا ہوا تھا، لیکن ارباب حل وعقد نے اسے اپنے نام سے منسوب کیا۔ فسانۂ عجائب کا کام بھی ایک عرصے تک اٹکا رہا، لیکن رشید حسن خاں نے اسے دہلی یونی ورسٹی کی ملازمت سے سبک دوشی کے بعد ہی شائع کرایا۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ کام کرنے والوں نے قدم قدم پر ان کو تنقید کا نشانہ بھی بنایا۔ ان کا ماننا تھا کہ وہ (رشید حسن خاں) ہم جیسے پڑھے لکھے نہیں ہیں، لیکن رشید حسن خاں ان فضول باتوں سے بے نیاز اپنے علمی و تحقیقی کاموں میں منہمک رہے۔ نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ اُردو تحقیق میں آج رشید حسن خاں کا نام بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ اُردو تحقیق بغیر رشید حسن خاں کے نام اور کام کے آگے نہیں بڑھ سکتی تو غلط نہ ہوگا۔ غلط کتابوں کو ان کے نام سے منسوب کرنے کے تعلق سے رشید حسن خاں نے اپنے ادب نواز دوستوں کو بہ ذریعہ خط ضرور مطلع اور آگاہ کیا۔ رشید حسن خاں کے خطوط کی دونوں جلدوں میں ایسے کئی خطوط ملتے ہیں جن میں ان سے منسوب کتابوں اور تحریروں پر مدلل بحث کی گئی ہے۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۹۳ء کو پروفیسر مختار الدین آرزو کے نام لکھے گئے خط میں اس بات کی جانب واضح اشارہ ملتا ہے کہ کچھ لوگوں نے ان کے نام سے ''کربل کتھا'' کے متن کی تدوین اور تذکرۂ سرور کو مرتب کرنے کی بات کو منسوب کیا تھا۔ رشید حسن خاں سے خود پروفیسر مختار الدین احمد آرزو نے ان کی حقیقت کو جاننا چاہا۔ جس کے جواب میں رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

''محبِ مکرم!

آپ اگر خط لکھنے سے پہلے معلوم کر لیتے تو یہ غیر صحیح بات تحریری صورت میں نہیں مرتسم ہو پاتی۔ کربل کتھا سے میرا تعلق اِس کے سوا کچھ نہیں کہ پریس سے جب پروف آیا ہے، تو اُس کو ایک نظر ضرور دیکھا تھا۔ چوں کہ معلوم تھا کہ فاروقی صاحب ایک خاص تاریخ تک اس کو بہ ہر صورت چھاپنا چاہتے ہیں، یوں کچھ کہنا بیکار تھا۔ تذکرۂ سرور کے سلسلے میں کئی صفحوں پر مشتمل ایک یادداشت میں نے دی تھی۔ یہ اس کے بعد کی بات ہے۔ اس میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اِس کی طباعت شعبے کے لیے باعثِ بدنامی و رسوائی ہوگی، مگر وہاں بھی وہی بات تھی کہ تاریخ مقرر ہو چکی تھی اور اُس وقت تک کسی بھی صورت میں کتاب کا چھپنا ضروری تھا۔ فاروقی صاحب کو معیار سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں

رہی، اُن کی دلچسپیوں کے مراکز دوسرے ہوتے تھے۔ بہر حال آپ کا خط پڑھ کر ایک غیر مصدقہ بات لکھنے پر مجھے افسوس ضرور ہوا۔''

(رشید حسن خاں کے خطوط، مرتب ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا، اُردو بک ریویو، دہلی، فروری ۲۰۱۱ء، ص: ۸۸۵)

پروفیسر مختارالدین احمد آرزو کے نام ۸؍نومبر ۱۹۹۴ء کو لکھے خط میں اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں نے یہ افواہ اڑائی کہ رشید حسن خاں ''رسالہ معربات'' کو مرتب کر رہے ہیں۔ اس بات کی تردید کرتے ہوئے رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

''ارے صاحب! میں رسالہ معربات کو مرتب نہیں کر رہا۔ یہ غلط فہمی آپ کو کیسے ہوئی؟ میں نے تو یہ لکھا تھا کہ اُس کا خطی نسخہ میرے پاس آ گیا ہے اور میں اُسے خدا بخش لائبریری میں محفوظ کرا دینا چاہتا ہوں۔''

(رشید حسن خاں کے خطوط، مرتب ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا، اُردو بک ریویو، دہلی، فروری ۲۰۱۱ء، ص: ۸۸۷)

۱۲۰ صفحات پر مشتمل، غالب اکیڈمی کراچی سے ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی کتاب ''غالب فکر و فن'' (قیمت: ۳۰ روپے) کو بھی رشید حسن خاں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کے سرورق پر ''غالب فکر و فن'' کے نیچے 'رشید حسن خاں' کا نام درج ہے جب کہ کتاب میں رشید حسن خاں کی لکھی ہوئی ایک سطر بھی موجود نہیں۔ کتاب کا انتساب ڈاکٹر نور الحسن انصاری اور شاہد ماہلی کے نام ہے۔ ان دونوں ناموں کے ٹھیک نیچے رشید حسن خاں کے جعلی دستخط بھی ہیں۔ ڈاکٹر ظ۔ انصاری (نشاط کا شاعر)، پروفیسر امیر حسین عابدی (غالب اور سبک ہندی)، ڈاکٹر عابد پیشاوری (غالب، حالی، شیفتہ اور ہم)، کاظم علی خاں (تیغ تیز پر ایک نظر) اور ڈاکٹر شریف حسین قاسمی (غالب اور تذکرہ آفتابِ عالم تاب) کے اسما اس کی فہرست میں شامل ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد پاکستان میں ان کے دوست 'لطف الرحمٰن' نے انھیں مبارک باد کا پیغام ارسال کیا۔ جواب میں رشید حسن خاں نے لکھا کہ 'کراچی سے میری کوئی کتاب غالب فکر و فن شائع نہیں ہوئی'۔ اس کے جواب میں رشید حسن خاں کو 'لطف الرحمان' نے ملتان سے خط لکھا اور ساتھ میں کراچی سے شائع شدہ کتاب 'غالب فکر و فن' بھی ارسال کی۔ لطف الرحمٰن کا خط ملاحظہ کیجیے اور اندازہ کیجیے کہ ادب کے مافیا اپنے تجارتی فائدے کے لیے کس کس طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں:

''محترم رشید حسن خاں صاحب، تسلیمات!

آپ نے ۱۳؍مارچ ۱۹۸۹ء کو تحریر فرمایا تھا '' کراچی سے میری کتاب غالب فکر و فن شائع ہوئی ہے۔ ارے صاحب! میری کوئی کتاب اس نام کی نہیں اور نہ کراچی سے میری کوئی کتاب چھپی ہے۔ اگر ایسی کوئی کتاب ہے تو پھر وہ جعلی کتاب ہے۔ میرا اس سے کچھ واسطہ نہیں۔ میں نے تو اسے دیکھا نہیں۔''

میرے محترم کتاب پیش کرتا ہوں۔ یہ جعلی ہے یا اصل اس کا مقصد خود فرمائیے۔ آپ کا اس سے کوئی واسطہ ہو یا نہ ہو کتاب تو دیکھ لیجیے۔ کتاب آپ کے نام سے شائع، اور وہ بھی غالب پر کیسے ممکن تھا کہ اسے نہ خریدتا۔

مخلص

لطف الرحمٰن خاں

یک شنبہ ۷؍مئی ۱۹۸۹ء

بی۔۱۴۹، غالب نما، حالی روڈ، گل گشت، ملتان ۶۰۷۰۰''

(غالب فکر و فن، مرتب رشید حسن خاں، غالب اکیڈمی، کراچی، اشاعت، ۱۹۸۷ء)

جب رشید حسن خاں کو یہ کتاب (غالب فکر و فن) مل گئی اور اس بات کا علم ہوا کہ ان کے نام سے 'غالب اکیڈمی کراچی' نے باقاعدہ کتاب شائع کی ہے تو انھوں نے انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی کے ہفت روزہ اخبار 'ہماری زبان ۸ تا ۱۴؍اگست ۲۰۰۰ء' میں ایک مضمون ''غالب فکر و فن، جعل سازی کا ایک نمونہ'' لکھ کر ان تمام باتوں کا ازالہ کیا جو ان کے نام سے غلط منسوب کر دی گئی تھیں۔ رشید حسن خاں نے اپنے مضمون میں یہ بھی لکھا کہ انھوں نے اس جعلی کتاب کو انجمن ترقی اُردو (ہند) کے کتب خانے میں جمع کرا دیا ہے تا کہ آئندہ نسلیں جب بھی غالب سے متعلق کوئی تحقیقی کام کریں تو انھیں معلوم ہو سکے کہ رشید حسن خاں کے نام سے منسوب کتاب جعلی تھی:

''یہ میرا فرض تھا کہ میں اسی زمانے میں اس کی وضاحت کر دیتا کہ نری جعل سازی ہے، اس کتاب سے میرا کچھ تعلق نہیں، مگر ایسا نہیں ہو سکا، یوں کہ دوسرے ضروری کاموں میں ایسا اُلجھا کہ یہ بات ذہن سے نکل گئی۔ غالب انسٹی ٹیوٹ نے ۱۹۹۸ء میں ''غالب ببلیو گرافی'' نام کی کتاب چھاپی ہے، اس میں صفحہ ۳۹ پر اس کتاب کا بھی اندراج ہے میرے نام سے۔ یعنی اب اس پر مُہر بھی لگ گئی۔ اب جو میرے ان کرم فرما کا خط آیا تو میں

نے ضروری سمجھا کہ صورتِ حال کی وضاحت کردی جائے تا کہ غلط فہمی کے لیے مزید گنجائش نہ پیدا ہو اور یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس کتاب سے میرا کچھ واسطہ نہیں، کوئی تعلق نہیں۔ کسی نے غالباً تجارتی مفاد کی خاطر یہ جعل بنایا تھا۔ اس پر جو میرے دستخط بنے ہوئے ہیں وہ بھی جعلی ہیں۔ ہاں میں یہ کتاب انجمن ترقی اُردو (ہند) کے کتاب خانے میں داخل کیے دے رہا ہوں اس خیال سے کہ جعل سازی کا یہ نمونہ محفوظ ہو جائے اور یوں بھی کہ کوئی صاحب اگر اسے دیکھنا چاہیں تو دیکھ سکیں۔ لطف الرحمٰن خاں کا خط بھی اس کے صفحہ ۲ پر مندرج ہے انھی کے قلم کا لکھا ہوا۔''

(ہماری زبان، انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی، ۸ تا ۱۴/ اگست ۲۰۰۰ء، شمارہ نمبر ۳۰ جلد نمبر ۵۹، صفحہ اول)

رشید حسن خاں سے منسوب ایک اور کتاب ''اشاریۂ کلامِ غالب'' ہے۔ اس کتاب کو غالب صدی تقریبات کے موقع پر شعبۂ اُردو دہلی یونیورسٹی کی جانب سے فروری ۱۹۷۰ء میں شائع کیا گیا۔ اس کتاب کی قیمت سات روپے تھی۔ اشاریۂ کلامِ غالب کا پیش لفظ صفحہ ''ج'' پر، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے ۱۰/ فروری ۱۹۷۰ء کو رقم کیا۔ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے اپنے پیش لفظ میں اس اشاریے کی افادیت، اہمیت اور معنویت پر بحث کی اور اس اہم پروجیکٹ میں شامل فرحت فاطمہ (دختر، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی) جناب محمد یعقوب اور رشید حسن خاں کا بہ صمیم قلب شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر میں پروفیسر خواجہ احمد فاروقی کے ''پیش لفظ'' کا وہ حصہ درج کر رہا ہوں تا کہ تحقیق کے میدان میں قدم رکھنے والے طلبا جان سکیں کہ خواجہ احمد فاروقی نے آخر کیوں رشید حسن خاں کا نام اس کتاب میں شامل کیا:

''غالبؔ کے جشن صد سالہ کے موقع پر شعبۂ اُردو دہلی یونی ورسٹی نے کئی مطبوعات کا جو سلسلہ شروع کیا ہے، ان میں ''اشاریۂ کلامِ غالبؔ'' کی حیثیت کتاب الاشاعت کی ہے جس کو رفقائے کار جناب رشید حسن خاں، آنسہ فرحت فاطمہ اور جناب محمد یعقوب نے مل کر ترتیب دیا ہے۔''

(اشاریۂ کلامِ غالبؔ، شعبۂ اُردو دہلی یونیورسٹی، فروری ۱۹۷۰ء، ص: ج)

اشاریۂ کلامِ غالبؔ کے صفحہ ''ز'' کے آخر میں تینوں مرتبین کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے فرحت فاطمہ اس کے بعد محمد یعقوب اور آخر میں رشید حسن لکھا ہوا ہے۔ ۱۹۵۹ء سے قبل رشید حسن خاں کے بیش تر مضامین ہندوستان اور پاکستان کے مؤقر ادبی رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے تھے۔ الغرض رشید حسن خاں نے اُردو املا، شاعری کی زبان، ترقی پسند افسانہ نگاروں کے افسانوں میں بیانیہ کا مسئلہ اور اپنے ہم عصر شاعروں کے کلام میں زبان اور بیان کے مسائل کو اپنے مضامین کا حصہ بنایا۔ کلاسیکی ادب پر ان کی گہری نظر تھی۔ رشید حسن خاں کی علم دوستی اور محنت شاقہ کی بدولت ہی خواجہ احمد فاروقی نے انھیں رسالہ اُردوئے معلیٰ کی مجلس ادارت میں شامل کیا۔ خواجہ احمد فاروقی نے رشید حسن خاں کو غالب کی صدی تقریبات کے موقع پر شائع ہونے والی کتاب 'اشاریۂ کلامِ غالب' کے مرتبین میں شامل کیا۔ اس بارے میں ڈاکٹر خلیق انجم لکھتے ہیں:

''پہلی بار غالب کا ترجمہ کے مسائل پر ایک بین الاقوامی گول میز کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، جس میں رالف رسل اور ڈاکٹر شمل نے بھی شرکت کی۔ شعبے نے ڈاکٹر ذاکر حسین کا انتخابِ غالب، رشید حسن خاں صاحب، ڈاکٹر فرحت فاطمہ اور محمد یعقوب کا مرتب کیا ہوا ''اشاریۂ کلامِ غالب'' شائع کیا۔ غالبؔ کے جشن صد سالہ کے موقع پر شعبۂ اُردو دہلی یونی ورسٹی نے مطبوعات کا جو سلسلہ شروع کیا تھا، ان میں ''اشاریۂ کلامِ غالب'' کی بڑی اہمیت ہے۔ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے اس کے پیش لفظ میں لکھا ہے:

''اشاریۂ کلامِ غالب'' کی حیثیت کتاب الاستاد کی ہے، جس کو رفقائے کار جناب رشید حسن خاں، آنسہ فرحت فاطمہ اور جناب محمد یعقوب نے مل کر ترتیب دیا ہے۔''

(بیسویں صدی کی ممتاز شخصیت، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، خلیق انجم، انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۷)

رشید حسن خاں نے اسلم محمود کے نام ۱۳/ مارچ ۲۰۰۱ء کو لکھے خط میں اس بات کی وضاحت کی کہ خواجہ احمد فاروقی نے اپنی بیٹی کو اشاریۂ کلامِ غالب میں شامل کرنے کے لیے یہ کتاب مرتب کرائی۔ رشید حسن خاں نے اس کتاب سے قطع نظر کرتے ہوئے اسے کبھی اپنے پاس نہیں رکھا اور نہ ہی اس کا شمار اپنی تدوینات میں کیا۔ اشاریۂ کلامِ غالب کے بارے میں مزید باتیں درج ذیل خط میں ملاحظہ کیجیے:

''اشاریۂ کلامِ غالب کے نام کی میری کوئی کتاب نہیں۔ خواجہ احمد فاروقی صاحب نے اپنی بیٹی کو کسی کام میں شامل کرنے کے لیے اس کتاب کو مرتب کرلیا تھا۔ یعقوب صاحب تھے ایک ریسرچ اسسٹنٹ، وہ تھے اور اُن کی صاحب زادی۔ انھی دونوں نے یہ کام کیا تھا۔

خواجہ صاحب نے یہ کیا کہ چھپتے وقت میرے علم کے بغیر نیچے میرا نام بھی لکھ دیا۔کیا کرسکتا تھا۔ بہ ہر طور یہ کتاب شعبے کی طرف سے چھپی تھی۔میرے پاس یہ نہیں، میں اسے اس قابل ہی نہیں سمجھا تھا کہ اپنے پاس رکھتا۔''

(رشید حسن خاں کے خطوط، مرتب ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا، اُردو بک ریویو، دہلی، فروری ۲۰۱۱ء، ص:۲۱۷)

رشید حسن خاں نے ۲؍اگست ۲۰۰۱ء کو پروفیسر ظفر احمد صدیقی کے نام لکھے خط میں بھی 'اشاریۂ کلامِ غالبؔ' کے بارے میں جو باتیں تحریر کیں وہ کافی اہم ہیں۔اس خط میں رشید حسن خاں نے اس بات کو واضح کیا کہ اشاریۂ کلامِ غالب میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔خواجہ احمد فاروقی نے اپنی جانب سے ان کا نام اس کتاب کے مرتبین میں شامل کیا ہے۔رشید حسن خاں اس کتاب کے اندراجات سے ذرا بھی مطمئن نہ تھے۔لکھتے ہیں:

''جس کتاب کا نام آپ نے پوچھا ہے، اُس کا نام ہے: اشاریۂ کلامِ غالب۔ یہ عرض کردوں کہ یہ مرحوم فاروقی صاحب کا کرایا ہوا تھا اور اُن کے کرائے ہوئے سارے کام ساقط العیار ہیں، یہ بھی ویسا ہی ہے۔انھوں نے صدر کی طاقت سے کام لے کر آخر میں میرا نام بھی دو دوسرے ناموں کے ساتھ لکھ دیا تھا اور میں اسے روک نہیں سکتا تھا، مگر میرا حصہ دور کا جلوہ ہے اور بس۔اس کے اندراجات سے میں ذرا بھی مطمئن نہیں اور نہ مآخذ سے۔ہاں یہ خواہش ضرور تھی کہ اس کام کو میں اپنے انداز سے کرسکتا۔کبھی کروں گا ضرور، مگر وہ کبھی کب آئے گا یہ معلوم نہیں۔''

(رشید حسن خاں کے خطوط، مرتب ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا، اُردو بک ریویو، دہلی، فروری ۲۰۱۱ء، ص:۱۶۷)

''اُردو تحقیق اور مالک رام'' مرتب شاہد اعظمی کو بھی رشید حسن خاں سے منسوب کیا جاتا ہے۔اس کتاب کو رشید حسن خاں سے منسوب کرنے کی خاص وجہ ان کا اسلوب اور ایک خاص لفظ ''بلہوسی'' ہے جس کا استعمال رشید حسن خاں اپنی تحریروں میں اکثر کرتے ہیں۔اسلوب کی بنیاد اور مخصوص طرزِ تحریر کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر خالد علوی نے اس کتاب کو رشید حسن خاں سے منسوب کیا ہے۔اس ضمن میں وہ رقم طراز ہیں:

''دوسروں کی تخلیقات تو غصب کرکے اپنے نام شائع کی جاتی ہیں، لیکن کبھی کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے؛ یعنی اپنی کتاب بھی دوسرے کے نام سے شائع کرنی پڑتی ہے۔''اُردو تحقیق اور مالک رام'' دراصل رشید حسن خاں کی مرتبہ کتاب ہے۔جس میں قاضی عبدالودود، عرشی صاحب، محمود الٰہی، قمر رئیس، عتیق صدیقی، گوپال متل، سلمان احمد اور رشید حسن خاں کے مضامین شامل ہیں۔تمام مضامین میں مالک رام صاحب کی تحقیق پر لعنت بھیجی گئی ہے۔کتاب کو رشید حسن خاں سے منسوب کرنے کی چند وجوہات یہ ہیں:

۱۔ شاہد اعظمی ایک قلمی نام اور فرضی وجود ہے۔

۲۔ دیباچہ میں رشید حسن خاں کے دو مضامین کے علاوہ سب مضامین کا تجزیہ اور تحسین کی گئی ہے۔گمان ہوتا ہے کہ رشید حسن خاں کو اپنے قلم سے اپنی تحسین نامناسب معلوم ہوئی ہوگی۔

۳۔ عرض مرتب کے عنوان سے جو پیش لفظ لکھا گیا ہے، اس میں رشید حسن خاں کا مخصوص املا استعمال کیا گیا ہے، مثلاً ''تحقیق کے نام پر کاربلہوسی میں لگے رہتے ہیں۔''(ص:۷)؛ ''یہ بھی اسی بلہوسی کی پیداوار ہے۔''(ص:۸) یہ مرحوم دلّی کالج کا چربہ ہے۔''، ''بلہوسی، دنیاداری، جوڑتوڑ۔''(ص:۱۳)

۴۔ صفحہ ۸ پر تحقیق کے لیے علمی و تحقیقی مزاج کی ضرورت کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے، وہی سب کچھ رشید حسن خاں اپنی کتاب 'ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ' میں صفحہ ۳۴۔۳۵ میں لکھ چکے ہیں۔

پس حتمی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کے مرتب رشید حسن خاں ہیں۔یہ کتاب ناشر اور مطبع وغیرہ کے نام سے بھی محروم ہے۔''

(چوں کفر از کعبہ برخیزد، مشاہیر علم و ادب کے سرقوں کا محاسبہ، رسالہ اثبات، کتابی سلسلہ ۱۸+۱۹، جولائی ستمبر، اکتوبر دسمبر، ۲۰۱۸ء ص:۸۳)

مذکورہ بالا اقتباس میں ڈاکٹر خالد علوی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی 'اُردو تحقیق اور مالک رام' شاہد اعظمی کی کتاب نہیں بلکہ رشید حسن خاں کی مرتب کردہ کتاب ہے۔اقتباس کے آخر میں ڈاکٹر خالد علوی کا دعویٰ بے بنیاد ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ یہ کتاب ناشر اور مطبع سے بھی محروم ہے۔کتاب میں ناشر کا نام مکتبہ شاہ راہ، اُردو بازار، دہلی (اشاعت ۱۹۷۵ء) لکھا ہوا ہے۔پیش لفظ کے آخر میں صفحہ ۱۴ پر شاہد اعظمی دہلی، ۲۰؍مئی ۱۹۷۵ء درج ہے۔رہی بات مخصوص لفظ 'بلہوسی' کی تو اس بات سے کوئی صراحت نہیں ہوتی کہ اس لفظ کا کاپی رائٹ رشید حسن خاں کے پاس ہی تھا۔اس لفظ کو اُردو کے بہت سے ادبا و شعرا نے اپنی تحریروں

میں بہ خوبی استعمال کیا ہے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ رشید حسن خاں کے کتنے ہی تبصرے اور تجزیے ۱۹۷۵ء سے قبل اپنے اصل نام کے ساتھ منظر عام پر آچکے تھے۔ رشید حسن خاں ایک بے باک اور نڈر انسان تھے۔ انھوں نے ہمیشہ سچ لکھا، کبھی گھبرائے نہیں۔ سچ انھیں اپنی جان سے بھی عزیز تھا۔ یہی وجہ رہی کہ سچ کو اپنے رفقا سے لکھوانے کی تلقین کرتے رہے۔ رشید حسن کاں کبھی بھی کسی بڑی شخصیت سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ شخصیت نے جو کچھ لکھا ہے اس پر گفتگو کرنا ان کا ادبی فرض اور شعار تھا۔ ان کے قول، فعل اور عمل میں کبھی کوئی تضاد نہیں ملتا۔ اپنی ابتدائی ادبی زندگی (۱۹۴۹ء) سے ہی انھوں نے برِصغیر کے نامور ادیبوں کی تخلیقات پر تنقیدی مضامین سپردِ قلم کیے۔ نوبت رائے نظر، جعفر خاں اثر لکھنوی، فیض احمد فیض، مجروح سلطان پوری، جوش ملیح آبادی کے علاوہ تاریخ ادب اُردو علی گڑھ وغیرہ پر ان کے تنقیدی اور تحقیقی تبصرے اصل نام سے ہی شائع ہوئے۔ مالک رام کی کتابوں ''دیوانِ غالب صدی ایڈیشن اور تذکرۂ معاصرین'' پر ان کے تبصرے اصل نام کے ساتھ ہی شائع ہوئے۔ یہ بات سمجھ سے پرے ہے کہ رشید حسن خاں کو بہ قول ڈاکٹر خالد علوی فرضی نام سے کتاب شائع کرانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ کبھی کبھی اندازِ تحریر اور اسلوب میں مماثلت بھی ہو جاتی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر شواہد اور حوالوں کے کسی شخص پر الزام عائد کر دیے جائیں۔ غیر معتبر حوالے تحقیقی اصولوں کی خلاف ورزی کے سبب بنتے ہیں۔ میں ڈاکٹر خالد علوی کی بات سے اتفاق نہیں کرتا جب تک کہ وہ ''اُردو تحقیق اور مالک رام'' کے تعلق سے مکمل شواہد اور معتبر حوالیں پیش نہ کر دیں کہ یہ کتاب شاہد اعظمی نے نہیں بلکہ رشید حسن خاں نے مرتب کی ہے۔

آخر میں، میں سمجھتا ہوں کہ رشید حسن خاں سے منسوب جعلی کتابوں کا یہ مختصر احاطہ یا جائزہ اربابِ علم و ادب کو اپنی جانب متوجہ کرنے میں ضرور کامیاب ہوگا۔ اس مضمون میں، میں نے دلائل اور حوالوں کی بنیاد پر اپنی بات پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ رشید حسن خاں کے خطوط، دیگر تحریروں اور مضامین کے مطالعے سے یہ بات مترشح ہو جاتی ہے کہ ان سے منسوب کتابیں نہ صرف جعلی ہیں بلکہ رشید حسن خاں جیسے معتبر اور مستند محقق کا نام لے کر چند افراد نے اپنے کاروبار میں اضافہ کیا ہے۔

◆◆◆

'ایوانِ اردو، دہلی' اور 'بچوں کا ماہنامہ اُمنگ'

نوٹ: تمام قلمکاروں سے گزارش ہے کہ اپنی تخلیقات بھیجتے وقت اپنا مختصر تعارف بھی درج فرمائیں۔ (ادارہ)

اولیائے دہلی کی درگاہیں (دہلی کے آثارِ قدیمہ)

دہلی ہمیشہ ہندوستان کے دل کی دھڑکنوں کا محور و مرکز رہی ہے اور دہلی کے ساتھ اردو زبان اور اردو ثقافت کے قدیم اور اٹوٹ رشتے رہے ہیں۔ ''اولیائے دہلی کی درگاہیں'' ایک تحقیقی اور تاریخی کتاب ہے جسے ''انڈین کونسل فار ہسٹوریکل ریسرچ'' (ICHR) نے ہندی زبان میں شائع کیا تھا۔ چوں کہ یہ ایک تاریخی دستاویز کا درجہ رکھتی ہے، اس لیے اکادمی کی تحقیقی و اشاعتی کمیٹی نے ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن کی گزارش پر اردو زبان میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اکادمی کی دیرینہ خواہش تھی کہ اکادمی کوئی اس طرح کی کتاب شائع کرے۔ اس کتاب میں دہلی کی درگاہوں اور خانقاہوں کی مستند تفصیل تصاویر کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ تا کہ ریسرچ اسکالرز اور سیاحوں کو ان اہم مقامات کے بارے میں مفصّل معلومات حاصل ہو سکے۔

مصنف: ڈاکٹر حفظ الرحمٰن ● سائز: 23x36=8 ● صفحات: ۳۵۲ ● قیمت: ۳۰۰

اردو اکادمی، دہلی